نبی کریم ﷺ اور اجتہاد

ڈاکٹر حافظ عبداللہ ☆

قرآن کریم نے جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آخری کتاب ہے، اپنے متعلق دعویٰ کیا ہے:

﴿و نزلنا علیک الکتاب تبیا نا لکل شئی و ھدی و رحمة و بشری للمسلمین﴾(۱)

''ہم نے تم پر ایسی کتاب نازل کی ہے کہ (اس میں) ہر چیز کا بیان (مفصل) ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے''

یہاں ''کل شئ'' سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کا تعلق انسان کی ہدایت و رہنمائی سے ہے۔ قرآن کے نزول کی غرض و غایت ہی نوعِ انسانی کی ہدایت ہے۔ قرآن نے خود اپنے متعلق بتایا ہے۔

﴿ھدی للناس﴾ ''(لوگوں کی ہدایت کے لیے (نازل کیا گیا) ہے''۔(۲)

قرآن کے نزول سے لے کر قیامت تک جس زمانے اور جس خطہ میں بھی انسان کو جو جو مسائل درپیش ہوں گے جن کا تعلق انسانی وجود سے اختصاصی ہوگا اور جن کے حل اور جن میں صحیح رہنمائی ہی پر انسانیت کا ارتقاء وعروج موقوف ہوگا ان سب کا بیان اس کتاب میں کر دیا گیا۔

لیکن ظاہر ہے کہ ہر دور کے مسائل کی جزئیات کا تفصیلی بیان تو قرآن مجید میں موجود نہیں ہے اس لیے کہ قرآن کی آیات محدود ہیں جبکہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ کا یہ حال ہے کہ ہر دن کا آفتاب نئے حوادث و وقائع کے ساتھ طلوع ہوتا ہے۔ ان ہی نت نئے پیش آنے والے واقعات کو فقہاء کی اصطلاح میں الحوادث والنوازل کہتے ہیں۔(۳) ان غیر محدود ''الحوادث والنوازل'' کا اگر تفصیلی بیان قرآن مجید میں موجود نہیں ہے، جو کہ ظاہر ہے، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ''تبیان لکل شئ'' کا مفہوم کیا ہے۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ پنجاب لاہور

امام ابواسحاق شاطبیؒ اس سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"ولا يكون جامعا إلا و المجموع فيه امور كليات "(۴)

قرآن کی جامعیت کا مفہوم یہی ہے کہ اس میں کلیات بیان ہوئے ہیں

قرآن کریم کے بیان کردہ کلیات کی جزئی تفصیلات سنت رسول ﷺ اور اجتہاد ہی کے ذریعے معلوم کی جاسکتی ہیں۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

"فجماع ما أبان الله لخلقه في كتابه، مما تعبدهم به، لما مضى من حكمه جل ثنائه: من وجوه:

فمنها: ما أبانه لخلقه نصا، مثل جمل فرائضه، في أن عليهم صلاة و زكاة و حجًا و صومًا، و أنه حرّم الفواحش ما ظهر منها و ما بطن، و نصّ الزنا و الخمر و أكل الميتة و الدم و لحم الخنزير، و بين لهم فرض الوضوء، مع غير ذالک مما بيّن نصًا.

و منه: ما سن رسول الله ﷺ مما ليس لله فيه نص حكم، وقد فرض الله في كتابه طاعة رسوله ﷺ و الانتهاء الى حكمه. فمن قبل عن رسول الله ﷺ فبفرض الله قبل.

و منه: ما فرض الله على خلقه الاجتهاد في طلبه، و ابتلى طاعتهم في الاجتهاد، كما ابتلى طاعتهم في غيره مما فرض عليهم". (۵)

"امام شافعیؒ کی مذکورہ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں احکام کا بیان چار طریقوں سے کیا ہے۔ بعض احکام قرآن کریم میں تفصیلی طور پر بیان کردیئے گئے ہیں۔ بعض احکام کی تفصیل نبی کریم ﷺ کے ذریعہ بیان کروادی گئی۔ بعض احکام وہ ہیں جن کو رسول اللہ نے بیان کیا۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا کوئی قرآنی حکم نہیں مگر چونکہ اللہ نے

قرآن میں رسول اللہﷺ کی اطاعت اور ان کے حکم پر عمل کرنے کو فرض قرار دیا ہے۔اس لیے جس کسی نے رسول اللہﷺ کی سنتوں کو قبول کیا بلا شبہ اللہ تعالیٰ کے فرض قرار دینے کی وجہ سے قبول کیا اور بعض احکام وہ ہیں جن کو معلوم کرنے کے لیے مجتہدین پر اجتہاد فرض کر دیا گیا ہے''۔

علامہ ابوبکر جصاص (م/۳۷۰ھ) مذکورہ آیت کی تفسیر کے تحت فرماتے ہیں:

''سنتِ رسول، اجماع، قیاس و اجتہاد اور استدلال کی دوسری تمام صورتوں مثلاً استحسان اور قبولِ خبر واحد کی وجہ سے جو احکام ثابت ہوتے ہیں وہ بھی دراصل قرآن کے تبیان اور اس کی وضاحت کی صورتیں ہیں، اس لیے کہ قرآن ان پر دلالت کرتا ہے''۔(۶)

علامہ ابو بکر جصاص ؒ مذکورہ آیت سے قیاس و اجتہاد کی حجیت پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''و هذه الآية دالة على صحة القول بالقياس و ذلک لا نا اذا لم نجد للحادثة حكما منصو صا فى الكتاب و لا فى السنة و لا فى الاجما ع و قد اخبر الله تعالىٰ ان فى الكتاب تبيان لكل شئى من امور الدين ثبت ان طريقة النظر و الاستدلال بالقياس على حكمه اذلم يبق هنا ک و جه يو صل الى حكمها من غير هذه الجهة''.(۷)

'یہ آیت قیاس کی حجت پر دلالت کرتی ہے وہ اس طرح کہ جب ہمیں کسی نئے پیدا شدہ مسئلے کا حکم کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع میں نہیں ملے گا، تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کہ قرآن کریم میں دین کے ہر معاملے کی وضاحت موجود ہے، سے یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ اس نئے مسئلے کے متعلق حکم معلوم کرنے کا طریقہ اجتہاد و رائے اور قیاس کے ذریعہ استدلال ہے۔ اس لیے کہ اس طریقہ کے سوا نئے مسئلہ کا حکم معلوم کرنے کا اور کوئی ذریعہ باقی نہیں رہتا ہے''۔

اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ انسان زندگی کی لامحدود جزئیات کا احاطہ اعجازی شان کے ساتھ قرآن کریم نے ''کلیات'' کی صورت میں کیا ہوا ہے۔ اور انہی ''کلیات'' سے نئے پیش آمدہ مسائل کا حل اخذ واستنباط کرنے کا نام ''اجتہاد'' ہے گویا اجتہاد کی حقیقت احکام شرعیہ کی دریافت وتطبیق میں انتہائی جدوجہد صرف کرنا ہے جیسا کہ علماءِ اصول نے وضاحت سے بیان کیا ہے۔(۸)

اجتہاد کی حجیت شرعیہ ہونے پر امت کا تقریباً اجماع ہے سوائے ایک فرقہ قلیلہ کے جس کے شبہات واعتراضات کا جواب علماءِ اصول نے مفصل ومدلل دیا ہے۔ علامہ ابوبکر جصاص ؒ نے قیاس واجتہاد کے حجتِ شرعیہ ہونے پر 32 آیاتِ قرآنیہ، 39 احادیث نبویہ اور اجماع صحابہ کو بطور نقلی دلائل پیش کیا ہے اور اس کے بعد اجتہاد کے جواز وضرورت پر عقلی دلائل بیان کیے ہیں اور پھر منکرین اجتہاد وقیاس کے شبہات واعتراضات کا رد فرمایا ہے۔(۹)

علماءِ اصول کے درمیان جو مسئلہ مختلف فیہ ہے وہ یہ کہ آیا نبی کریم ﷺ بھی امور دین میں مامور بالاجتہاد تھے یا نہیں۔

جہاں تک مصالح دنیوی اور امورِ حرب کا تعلق ہے اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ ماذون بالاجتہاد والرائے تھے۔

ڈاکٹر عجیل جاسم النشمی فرماتے ہیں:

''اتفق الکل علی انه یجوز للنبی ﷺ الاجتهاد فی المصالح الدنیویة و امور الحروب''(۱۰)

کتبِ احادیث وسیرت میں بیان کردہ متعدد واقعات بھی اس پر شاہد ہیں۔

جیسے غزوہ بدر میں رسول اللہ نے جب اسلامی لشکر کو جس جگہ پڑاؤ کا حکم دیا تو حضرت الخباب ابن المنذر ؓ نے عرض کیا:

''یا رسول الله ارأیت هذا المنزل، أمنزلاً انزلکه الله لیس لنا أن نتقدمه، ولا نتاخر عنه، أم هو الرأی والحرب و المکیدة ؟''

"یارسول اللہ ﷺ کیا یہ مقام ایسا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتارا ہے اور ہمیں یہ اختیار نہیں کہ ہم آگے بڑھیں یا پیچھے ہٹیں یا یہ ایک رائے اور جنگی تدبیر ہے"۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"بل هو الرأى و الحرب و المكيدة" (نہیں بلکہ یہ رائے ہے اور جنگی تدبیر ہے)

حضرت الخباب بن المنذر ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ مقام کوئی ایسی جگہ نہیں ہے بلکہ آگے تشریف لے چلیں ہم اس چشمے کے پاس اتریں گے جو قریش سے بہت قریب ہے۔ اس کے پیچھے جتنے چشمے اور گڑھے ہیں انہیں ناکارہ کردیں گے تاکہ ہمیں پانی ملتا رہے اور انہیں نہ ملے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لقد اشرت بالراى "(۱۱) (تو نے صحیح رائے دی)

اس طرح جب غزوۂ بدر خندق کے موقع پر ہر طرف سے کفار کے لشکر مدینہ پر چڑھ دوڑے تھے اور مسلمان سخت آزمائش میں پڑ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے کفار کا زور توڑنے کے لیے بنو غطفان سے مدینہ کی پیداوار کے ثلث پر صلح کرنی چاہی تو معاہدہ کی تکمیل سے پہلے آپ نے حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ سے مشورہ فرمایا تو ان دونوں نے عرض کیا:

"يا رسول الله ، أمرا تحبه فتصنعه ، أم شئيا أمرک الله به ، لا بد لنا من العمل به ، أم شئيا تصنعه لنا"؟

"یارسول اللہ ﷺ کیا یہ ایسا معاملہ ہے جسے آپ پسند فرماتے ہیں اور اس لیے کرنا چاہتے ہیں یا اس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور اس پر عمل کیے بغیر چارہ نہیں یا آپ ہمارے لیے کرنا چاہتے ہیں"

آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"والله ما اصنع ذلک إلا لأننى رأيت العرب قد رمتكم عن قوس واحدة، وكالبوكم من كل جانب ، فأردت ان اكسر عنكم من شوكتهم إلى امرما"

''خدا کی قسم میں صرف اس لیے کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے دیکھا تمام عرب ایک کمان سے تم پر تیروں کی بارش کرنے پر آمادہ ہے اور ہر راستہ تمہارے لیے دشوار بنا دیا گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کی طاقت تمہارے لیے کسی نہ کسی طرح توڑ ڈالوں''

حضرت سعد بن معاذؓ نے عرض کیا:

''یا رسول الله ، قد کنا نحن وھولاء القوم علی الشرک بالله و عبادة الاوثان ، لا نعبد الله و لا نعرفه، فھم لا یطمعون أن یا کلوا منھا تمرة إلا قری أو بیعا ، أفحین أکرمنا الله بالإسلام و ھدانا له و اعزنا بک و به ، نعطیھم اموالنا ! [والله] مالنا بھذا من حاجة ، والله لا نعطیھم إلا السیف حتی یحکم الله بیننا و بینھم'' (۱۲)

''یعنی جب ہم اور یہ لوگ شرک و بت پرستی میں مبتلا تھے تب یہ لوگ مدینہ کی ایک کھجور کی طرف بھی للچائی ہوئی نظر نہیں ڈال سکتے تھے اب تو اللہ تعالیٰ نے آپ اور اسلام کے ذریعے ہمیں عزت دی۔ کیا اب ہم انہیں اپنے اموال دیں گے؟ خدا کی قسم ہمارے اور ان کے درمیان تلوار ہی فیصلہ کرے گی''۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''فانت و ذاک'' (پس تم جانو اور وہ جانیں)

حضرت سعدؓ نے وہ پرچہ لیا اور اس پر جو تحریر تھی محو کر دی

نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں کہ آپ نے دنیوی اور دنیوی امور اور جنگی تدابیر سے متعلق اپنی رائے اور اجتہاد سے فیصلہ فرمایا اور بعض مواقع پر صحابہ کرامؓ نے آپ سے اختلاف بھی کیا اور آپ نے اسے نہ صرف قبول بلکہ پسند فرمایا۔

اس لیے دنیوی امور اور جنگی تدابیر میں آپ کے ماذون بالاجتہاد والرائے ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ جہاں تک دینی امور کا تعلق ہے اس میں ایک گروہ نے اگر چہ آپ کے مامور بالاجتہاد

ہونے کا انکار کیا ہے، لیکن جمہور مفسرین اور علماء اصول، دینی امور میں بھی آپ کے مامور بالا جتہاد ہونے کے قائل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿و اذا جاء هم امر من الامن او الخوف اذا عوا به ، و لو ردوه الى الرسول و الى اولى الامر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم﴾ (۱۳)

''اور جب ان کے پاس پہنچتی ہے کوئی خبر امن کی یا ڈر کی اس کو مشہور کر تے ہیں اگر اس کو پہنچاتے رسول تک اور اپنے اختیار والوں تک تحقیق کرتے اس کو جو ان میں تحقیق کرنے والے ہیں اس کی''۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ جصاص ؒ فرماتے ہیں:

''ولم يخص اولى الامر بذلک دون الرسول و فى ذلک دليل على ان للجميع الاستنباط و التوصل الى معرفة الحكم بالا ستدلال''(۱۴)

''اس میں استنباط واستدلال کے حکم کے ساتھ صرف اولوالامر کو مخصوص نہیں کیا بلکہ حضور ﷺ کی ذات اقدس بھی اس حکم میں شامل ہے اس میں یہ دلیل موجود ہے کہ استنباط کرنے اور استدلال کے ذریعہ احکام کی معرفت حاصل کرنے کا کام سب (رسول ﷺ اور اولوالامر) کے ذمے لگایا گیا تھا''۔

''أن النبي ﷺ كان مكلفاً باستنباط الأحكام لأنه تعالىٰ أمر بالرد إلى الرسول و إلى اولى الامر'' (۱۵)

''استنباط احکام کے مکلّف نبی کریم ﷺ بھی ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں رسول اللہ اور اولی الامر دونوں کی طرف معاملات لوٹانے کا حکم فرمایا ہے''۔

جمہور علماءِ اصول نے بھی نبی کریم ﷺ کے مصالحِ دنیویہ اور امور دینیہ دونوں میں مامور بالاجتہاد ہونے کی صراحت فرمائی ہے۔علامہ ابوبکر جصاص ؒ فرماتے ہیں:

"و يجوز ان يكون بعض ما يقوله نظراً و استدلالا ، و ترد الحوادث التى لا نص فيها إلى نظائرها من النصوص باجتهاد الرأى"

"نبی کریم ﷺ کے لیے نظر واستدلال (قیاس واجتہاد) جائز ہے اور آپ ان واقعات وحادثات کو جن میں نص (قرآنی) نازل نہیں ہوئی، اجتہاد ورائے کے لیے نصوص (قرآنی) میں وارد نظائر کی طرف حکم معلوم کرنے کے لیے لوٹاتے ہیں"۔

اور پھر علامہ ابوبکرؒ فرماتے ہیں:

"و هذا هو الصحيح عندنا" (اور ہمارے نزدیک یہی (مذہب) صحیح ہے)

اس کے بعد نبی کریم ﷺ کے مامور بالاجتہاد ہونے پر متعدد دلائل قرآن اور سنت سے پیش کرتے ہیں۔ اس مختصر مضمون میں ان میں سے صرف دو ذکر کیے جاتے ہیں:

"والدليل على أنه قد كان جعل له أن يقول من طريق الاجتهاد : قوله تعالىٰ :﴿و لو ردوه الى الرسول وإلى اولى الا مر منهم لعلمه الذين يستبطونه منهم﴾ (١٦)عمومه يقتضى جواز الا ستنباط من جماعة المردود إليهم ، و فيهم النبى ﷺ "(١٧)

"یعنی آیت مذکورہ کا عموم اس جماعت کے لیے اجتہاد واستنباط کے جواز کو مقتضی ہے جن کی طرف معاملات کو لوٹایا جاتا ہے اور ان میں اولی الامر کے ساتھ نبی کریم ﷺ بھی شامل ہیں لہٰذا یہ نص قرآنی آپ کے مامور بالاجتہاد ہونے میں صریح ہے"۔

دوسری دلیل بیان فرماتے ہیں:

"و يدل عليه أيضا : قوله تعالىٰ﴿فاعتبروا يا ولى الأبصار﴾(١٨) والنبى ﷺ من اجلهم "(١٩)

"یعنی اولی الابصار کو قیاس کا مکلّف قرار دیا گیا ہے اور نبی کریم ﷺ اس وصف میں سب سے بڑھ کر ہیں"۔

امام ابواسحاق شیرازی بھی اسی رائے کے قائل ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:

"و قد کان یجوز الرسول الله ﷺ ان یحکم فی الحوادث بالاجتهاد "(۲۰)

"نبی کریم ﷺ کے لیے جائز ہے کہ پیش آمدہ مسائل وحوادث میں اجتہاد سے فیصلہ فرمائیں"۔

امام الحرمین جوینیؒ فرماتے ہیں:

"و لعل الأصح أنه کا ن لا یجتهد فی القواعد و الأصول ، بل کان ینتظر الوحی ، فأما فی التفاصیل فکان مأذونا له فی التصرف و الاجتهاد"(۲۱)

"آپ قواعد واصول میں تو وحی کا انتظار فرماتے تھے لیکن جزئیات وتفصیلات (فروعات) میں ماذون بالاجتہاد تھے"۔

علامہ بزدوی فرماتے ہیں:

"ان الرسول مأمور با نتظار الوحی فیما لم یوح الیه من حکم الواقعة ثم العمل بالرأی بعد انقضاء مدة الانتظار" (۲۲)

"یعنی مدت انتظار پورا ہونے کے بعد آپ اجتہاد ورائے سے عمل فرماتے ہیں"

پھر علامہ بزدوی سورۃ الحشر کی آیت ﴿فاعتبروا یا ولی الأبصار﴾ دلیل میں پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں اعتبار یعنی قیاس واجتہاد کا اولوالابصار کو حکم دیا ہے اور

"هو علیه السلام احق الناس بهذا الوصف"(۲۳)

"آپؐ اس وصف میں تمام لوگوں سے بڑھ کر ہیں"

علامہ سرخسیؒ بھی علامہ بزدویؒ کی تائید فرماتے ہیں:

"و أصح الأقاویل عندنا أنه علیه السلام فیما کان یبتلی به من الحوادث التی لیس فیها وحی منزل کان ینتظر الوحی إلی أن تمضی مدة الانتظار ،

ثم كان يعمل بالرأي والاجتهاد و يبين الحكم به فاذا أقر عليه كان ذلك حجة قاطعة للحكم" (۲۴)

علامہ سرخسیؒ نے اس کی بھی وضاحت کر دی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کے اجتہاد کی تقریر کی صورت میں آپ کا اجتہاد حجتِ قطعی ہوتا ہے۔

علامہ آمدی فرماتے ہیں:

"والمختار جواز ذلك عقلا و وقوعه سمعا" (۲۵)

"نبی کریم ﷺ کا مامور بالاجتہاد ہونا عقلاً جائز ہے اور نصوص سے اس کا وقوع ثابت ہے یہی مذہب مختار ہے"۔

اس کے بعد علامہ آمدیؒ نے مذہب مختار کے عقلی و نقلی دلائل مفصل بیان کیے ہیں اور پھر منکرین کے نقلی و عقلی دلائل کا جواب دیا ہے۔

اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ جمہور ائمہ تفسیر اور علماءِ اصول نبی کریم ﷺ کے مصالح دنیوی اور امور حرب کی طرح امور دینی میں بھی مامور بالاجتہاد ہونے کے قائل ہیں۔

کتب احادیث سے علماء اصول نے نبی کریم ﷺ کے قیاس و اجتہاد سے متعلق متعدد مثالیں بیان کی ہیں جن میں چند ایک ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

۱۔ عن ابن عباس قال قال رجل يا رسول الله إن أبي مات و لم يحج أفأحج عنه؟ قال: ارأيت لو كان على ابيك دين اكنت قاضيه، قال: نعم. قال: فدين الله احق۔(۲٦)

"حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا باپ فوت ہو گیا ہے اور اس نے حج نہیں کیا۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتا ہوں؟ نبی کریم ﷺ نے سائل سے فرمایا کیا تیرے باپ پر کسی کا قرض ہوتا تو تو اس کو ادا کرتا۔ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس بات

کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے سائل کے سوال کا جواب اللہ تعالیٰ کے قرض کو بندے کے قرض پر قیاس کر کے ارشاد فرمایا جو اجتہاد ہی کی ایک صورت ہے۔

۲۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے کہا:

"یا رسول الله ﷺ صنعت الیوم أمراً عظیما، قبلت و انا صائم قال: أرأیت لو مضمضت من الماء و انت صائم؟" قلت : لا بأس به، قال : فمه"۔(۲۷)

"یا رسول اللہ میں نے آج ایک ایسا کام کیا جس سے مجھے خوف ہے۔ میں نے روزہ کی حالت میں بوسہ لیا آپ نے فرمایا: اگر روزہ میں تو کلی کرے۔ میں نے کہا اس میں کچھ حرج نہیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ بھی ایسا ہی ہے۔

نبی کریم ﷺ کے اجتہاد میں خطا کے وقوع اور عدمِ وقوع پر بھی علماءِ اصول نے بحث کی ہے۔ علماء کے ایک فریق کی رائے یہ ہے کہ آپ کے اجتہاد میں خطا کا وقوع جائز نہیں جبکہ جمہور علماء اصول کا مذہب اس کے جواز میں ہے۔

علامہ ابو اسحاق شیرازی فرماتے ہیں:

"وقد کان الخطاء جائزا علیه إلا أنه لا یقر علیه، و من أصحابنا من قال : ما کان یجوز علیه الخطا و هذا خطا لقوله تعالیٰ: ﴿عفا الله عنک لم اذنت لهم﴾ فدل علی أنه اخطأ و الأن من جاز علیه السهو و النسیان جاز علیه الخطأ کغیره"۔(۲۸)

"آپ کے اجتہاد میں خطا جائز ہے مگر آپ خطا پر برقرار نہیں رہ سکتے اور ہمارے اصحاب میں سے جن کا یہ قول ہے کہ آپ کے لیے خطا جائز نہیں ہے ان کے اس قول کی تغلیط اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے ﴿عفا الله عنک لم اذنت لهم﴾ جو آپ سے خطا کے وقوع پر دلالت کرتی

ہے اس لیے کہ جس کے لیے سہو اور نسیان جائز ہے دوسروں کی طرح اس کے لیے خطا بھی جائز ہے“

علامہ عبدالعزیز بخاری فرماتے ہیں:

”و اجتهاده لا يحتمل الخطا عند اكثر العلماء لا نا أمرنا باتباعه في الاحكام بقوله عزوجل : ﴿فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت و يسلموا تسليما﴾ [النساء:٦٥] و بغيره من الآيات فلو جاز الخطأ عليه لكنا مامورين باتباع الخطأ و ذلك غير جائز و إن احتمل الخطأ كما هو مذهب اكثر اصحابنا بدليل قوله عز اسمه : ﴿عفا الله عنك لم اذنت لهم﴾ فانه يدل على أنه عليه السلام أخطأ في الاذن لهم . و بدليل نزول العتاب في اسارى بدر و غيرهما من الدلائل فلا يحتمل القرار على الخطا لما ذكرنا أنه يؤدي إلى الأمر باتباع الخطا فاذا أقره الله على اجتهاده دل أنه كان هو الصواب فيوجب علم اليقين كالنص فتكون مخالفته حراما و كفرا وهو نظير الإلهام فإن الهام النبي عليه السلام حجة قاطعة لا يسع مخالفته بوجه و إلهام غيره ليس بحجة“۔(۲۹)

”اکثر علماء کے نزدیک آپ کا اجتہاد خطا کا احتمال ہی نہیں رکھتا اس لیے کہ ہمیں احکام میں آپ کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کردو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے) اور اس کے علاوہ متعدد آیات ہیں جن میں یہی مضمون وارد ہے۔اگر آپ کے اجتہاد میں خطا جائز ہوتی تو ہم خطا میں آپ کی اتباع پر مامور ہوتے اور یہ جائز نہیں اور اگر آپ کے اجتہاد میں خطا کا احتمال ہے جیسے کہ ہمارے اکثر اصحاب کا یہی مذہب ہے اور اس پر دلیل اللہ کا یہ ارشاد ہے ﴿عفا الله عنك﴾ جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اجازت دینے میں آپ سے خطا ہوئی اور اسی طرح اسیرانِ بدر وغیرہ میں جو آپ کو منجانب اللہ تنبیہہ ہوئی اس

بات کے دلائل ہیں کہ آپ سے خطا کا احتمال ہے مگر خطا پر برقرار رہنے کا احتمال نہیں اس لیے کہ اگر آپ خطا پر برقرار رہتے تو اس سے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، خطا میں اتباع لازم آتی، جو درست نہیں اس لیے آپ کے وہ تمام اجتہادات جن پر منجانب اللہ تنبیہہ نازل نہیں ہوئی صواب اور درست ہیں اور ان سے علم یقین اسی طرح حاصل ہوتا ہے جس طرح نص سے اور ان کی مخالفت حرام اور کفر ہے اور اس کی نظیر الہام ہے اس لیے کہ آپ کا الہام حجتِ قطعی ہے جس میں مخالفت کی گنجائش نہیں بخلاف دوسروں کے الہام کے جو حجت نہیں ہیں''۔

نبی کریم ﷺ اور دوسرے مجتہدین کے اجتہاد میں فرق یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ کے اجتہاد میں کوئی خطا واقع ہوئی تو فوراً وحی کے ذریعہ مطلع کر دیا گیا یہ کسی دوسرے مجتہد کے لیے نہیں ہوسکتا۔ قیامت تک وہ خطا پر برقرار رہ سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ دوسرے مجتہدین کے برعکس خطا پر باقی رہنے سے من جانب اللہ معصوم ہیں۔

علامہ بزدویؒ فرماتے ہیں:

''......أن النبی ﷺ معصوم عن القرار علی الخطأ أما غیره فلا یعصم عن القرار علی الخطأ فا ذا کان کذلک کان اجتهاده و رأیه صوابا بلا شبهة ". (۳۰)

نبی کریم ﷺ خطا پر برقرار رہنے سے معصوم ہیں جبکہ دوسرے مجتہدین معصوم نہیں ہیں اس لیے آپ کا اجتہاد صواب ہی ہے۔

علامہ خبازی فرماتے ہیں:

''و کان لا یقر علی الخطأ ، فاذا أقر علی شئی من ذلک ، کان دلالة قاطعة علی الحکم .بخلاف ما یکون من غیره من البیان بالرأي و هو نظیر الإلهام، فانه حجة قاطعة في حقه و إن لم یکن في حق غیره بهذه الصفة''۔ (۳۱)

''نبی کریم ﷺ خطا پر برقرار نہیں رہ سکتے اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے اجتہاد کی تقریر ہو جائے تو حکم پر اس کی دلالت قطعی ہوتی ہے بخلاف دوسرے مجتہدین کے۔ اس کی مثال الہام کی ہے کہ جس طرح آپ کا الہام حجتِ قاطعہ ہے اور یہ حیثیت دوسروں کے الہام کی نہیں ہو سکتی''۔

علامہ بزدویؒ نے آپ کے ''اجتہاد'' کو ''وحی باطن'' کہا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''و أماالوحي الباطن مهوما ينال باجتهاد الراي بالتامل في الاحكام المنصوصة '' (۳۲)

''وحی باطن نبی کریم ﷺ کا احکام منصوصہ میں غور و فکر کے ذریعے اجتہاد کرنا ہے''

علامہ عبدالعزیز بخاریؒ ''کشف الاسرار'' میں اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''قوله : (و اما الوحی الباطن) فکذا جعل الاجتهاد منه علیه السلام و حیا باطنا باعتبار المال فإن تقریره علیه السلام علی اجتهاد یدل علی أنه هو الحق حقیقة کما إذا ثبت بالوحی ابتداء'' (۳۳)

''آپ کا اجتہاد نتیجہ اور مآل کے اعتبار سے وحی باطن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے اجتہاد کی تقریر کے بعد یہ اسی طرح حجت قاطعہ ہوتا ہے جس طرح کوئی حکم ابتداء وحی سے ثابت ہو''

علامہ سرخسیؒ نے ''اجتہادات نبوی'' کو ''مشابهاً للوحی'' کہا ہے۔ فرماتے ہیں:

''و أما ما یشبه الوحی فی حق رسول الله ﷺ فهو استنباط الأحکام من النصوص بالرأي و الاجتهاد فإنما یکون من رسول الله هذا الطریق ، فهو بمنزلة الثابت بالوحی لقیام الدلیل علی أنه یکون ثواباً لا محالة ، فإنه کان لا یقر علی الخطا فکان ذلک منه حجة قاطعة ، و مثل هذا من الأمة لا یجعل بمنزلة الوحی .

لأن المجتهد یخطیء و یصیب ، فقد علم أنه کان لرسول الله ﷺ من

صفة الكمال ما لا يحيط به إلا الله ، فلا شک أن غيره لا يساويه في إعمال الرأي والاجتهاد في الاحكام "۔(۳۴)

''آپ ﷺ کا اجتہاد ورائے کے ذریعہ نصوص سے احکام واستنباط کرنا ''مشابہاللوحی'' ہے۔کیونکہ آپ کا خطا پر برقرار رہنا ناممکن ہے اس لیے حجت قطعی ہونے میں وحی ہی کی طرح ہے جبکہ امت کے دیگر مجتہدین کے اجتہاد میں خطا اور صواب دونوں کا احتمال ہے''۔

علامہ نسفیؒ بھی علامہ بزدوی اور علامہ سرخسی ہی کی تائید میں فرماتے ہیں:

"و عندنا هو مأمور بانتظار الوحی ، فيما لم يوح إليه ،ثم العمل بالرأي بعد انقضاء مدة الانتظار ، إلا انه عليه السلام معصوم عن القرار على الخطأ . فإذا اقره الله على ذلک دل على أنه مصيب بيقين ، و كان ذلک حجة قاطعة بمنزلة الثابت بالوحی، و حينئذ لا يجوز مخالفته في ذلک (بخلاف ما يكون من غيره من البيان بالرأی) لأنه غير معصوم عن القرار على الخطا "۔ (۳۵)

''ہمارے نزدیک آپؐ وحی کے انتظار کے لیے مامور ہیں لیکن جب انتظار کی مدت ختم ہو جائے تو آپ کا اجتہاد ورائے پر عمل کرنا جائز ہے مگر آپ خطا پر برقرار رہنے سے معصوم ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے اجتہاد کی تقریر ہو جائے تو آپ کا اجتہاد میں مصیب ہونا یقینی ہو جاتا ہے۔آپ کا اجتہاد وحی کی طرح حجتِ قاطعہ ہو جاتا ہے جس کی مخالفت جائز نہیں بخلاف دیگر مجتہدین کے کیونکہ وہ اپنے اجتہاد میں خطا پر برقرار رہنے میں غیر معصوم ہیں''۔

ملاجیون ''المنار'' کی شرح ''نورالانوار'' میں زیادہ وضاحت کے ساتھ فرماتے ہیں:

"فلا نسلم أن اجتهاده ليس بوحی، بل هو وحی باطن باعتبار المال و القرار عليه (و عندنا هو مامور بانتظار الوحی فيما يوح إليه) أی إذا نزلت

الحادثة بين يديه يجب عليه أن ينتظر الوحي أولا لجوابها إلى ثلاثة أيام، أو إلى أن يخاف فوت الغرض، (ثم العمل بالرأي بعد انقضاء مدة الانتظار) فإن كان أصاب في الرأى لم ينزل الوحي عليه في تلك الحادثة، وإن كان أخطأ في الرأي بنزل الوحى للتنبيه على الخطأ، و ما تقرر على الخطا قط بخلاف سائر المجتهدين فإنهم إن اخطؤوا يبقى خطؤهم إلى يوم القيامة و هذا معنى قوله: (إلا أنه عليه السلام معصوم عن القرار على الخطأ بخلاف ما يكون من غيره من البيان بالرأي) من مجتهدي الأمة، فانهم يقرء ون على الخطأ، ولا يعصمو ن عن القرار عليه". (۳٦)

ہمارے نزدیک آپ کے اجتہاد کا وحی نہ ہونا مسلم نہیں بلکہ مآل اور نتیجہ کے اعتبار سے یہ بھی وحی ہے۔ البتہ اس کو وحی باطن کہا جائے گا اور ہمارے نزدیک نبی کریم ﷺ اس کے مامور ہیں کہ اولاً وحی کا انتظار فرمائیں جس کے بارے میں وحی نہیں نازل ہوئی یعنی جب آپ کے سامنے کوئی حادثہ پیش آئے تو آپ پر واجب ہے کہ اس کے جواب دینے سے پہلے وحی کا انتظار فرمائیں تین روز تک یا یہاں تک کہ مقصود فوت ہونے کا اندیشہ ہو، پھر مدت انتظار ختم ہونے کے بعد اپنی رائے پر عمل فرمائیں پس اگر رائے صواب ہو تو اس حادثہ میں وحی نازل ہونے کی ضرورت نہیں۔ اگر خطا پر ہو تو ضرور وحی نازل ہوگی، خطا پر تنبیہ کی غرض سے۔ اس لیے کہ کسی معاملہ میں آپ خطا پر برقرار نہیں رہ سکتے بخلاف دوسرے مجتہدین کے، اگر وہ خطا کریں تو قیامت تک ان کی خطا باقی رہ سکتی ہے اور یہی مطلب ہے مصنف (علامہ نسفیؒ) کے اس قول کا

"البتہ آپ خطا پر باقی رہنے سے معصوم ہیں بخلاف ان خطاؤں کے جو دوسروں کی اجتہاد ورائے میں ہوتی ہیں یعنی مجتہدین امت کی رائے میں اگر خطا واقع ہو تو اس میں وہ برقرار رہ سکتے ہیں خطا پر باقی رہنے میں من جانب اللہ وہ معصوم نہیں ہیں"۔

کتبِ احادیث میں آپ کے اجتہاد میں خطا واقع ہونے پر منجانب اللہ تنبیہہ کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔علماءِ اصول نے بھی انہیں کتبِ اصول میں بیان کیا ہے۔ان میں چند ایک توضیح مسئلہ کے لیے ذیل میں مذکور ہیں۔

غزوۂ بدر کے اسیرانِ جنگ کے معاملہ میں آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرمایا کہ کیا کیا جائے؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ فدیہ لے کر چھوڑ دیے جائیں جبکہ حضرت عمرؓ نے یہ رائے دی کہ سب کو قتل کر دیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے پسند کی اور فدیہ لے کر چھوڑ دیا جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہہ ہوئی اور یہ آیت نازل ہوئی۔(۳۷)

﴿لو لا کتٰب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم﴾(۳۸)

"اگر خدا کا حکم پہلے نہ ہو چکا ہوتا تو جو (فدیہ) تم نے لیا ہے اس کے بدلے تم پر بڑا عذاب (نازل) ہوتا"۔

یہ آپؐ کے اجتہاد میں خطا واقع ہونے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہہ تھی۔ جو اس بات پر دال ہے کہ آپؐ خطا پر برقرار رہنے سے من جانب اللہ معصوم ہیں۔

غزوۂ تبوک میں بعض منافقین نے آپ سے جہاد سے رخصت کی اجازت مانگی اور آپ نے انہیں اجازت مرحمت فرما دی جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہہ نازل ہوئی۔(۳۹)

﴿عفا اللہ عنک لم اذنت لھم حتی یتبین لک الذین صدقوا وتعلم الکاذبین﴾(۴۰)

"خدا تمہیں معاف کرے تم نے پیشتر اس کے تم پر وہ لوگ بھی ظاہر ہو جاتے جو سچے ہیں اور وہ بھی تمہیں معلوم ہو جاتے جو جھوٹے ہیں ان کو اجازت کیوں دی؟

نبی کریم ﷺ نے ازواجِ مطہرات کی وجہ سے اپنے آپ پر شہد کو حرام ٹھہرا لیا تھا جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہہ نازل ہوئی۔(۴۱)

﴿یایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک واللہ غفور رحیم﴾(۴۲)

''اے پیغمبرؑ جو چیز خدا نے تمہارے لیے جائز کی ہے تم اس سے کنارہ کشی کیوں کرتے ہو؟ (کیا اس سے) اپنی بیبیوں کی خوشنودی چاہتے ہو؟ اور خدا بخشنے والا مہربان ہے''۔

علامہ ابن العربی فرماتے ہیں:

''و قد حرم النبی ﷺ العسل علی الروایة الصحیحة أو جاریته ماریة فلم یقر الله تحریمه و نزل قوله تعالیٰ : (یا ایها النبی لم تحرم ما احل الله لک)و کان ذلک من النبی ﷺ اجتهادا''(۴۳)

''نبی کریم ﷺ نے صحیح روایت کے مطابق اپنے اوپر شہد حرام ٹھہرالیا تھا یا اپنی لونڈی ماریہ۔ آپؐ کا یہ اجتہاد تھا جس میں آپ سے خطا ہوئی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطا پر برقرار نہیں رہنے دیا اور وحی نازل کر کے تنبیہہ فرمائی''۔

مذکورہ بالا نظائر اس بات پر دال ہیں کہ نبی کریم ﷺ دوسرے مجتہدین کے برعکس اجتہاد میں خطا پر باقی رہنے سے من جانب اللہ معصوم ہیں گویا اب آپ کے وہ تمام اجتہادات جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہہ نازل نہیں ہوئی، الٰہی تائید و توثیق کے حامل ہیں اور جن کی تعداد کتب احادیث میں بہت زیادہ ہے اور آپ کے وہ اجتہادات جن میں خطا واقع ہوئی اور جن کی تعداد بہت کم ہے منجانب اللہ تنبیہہ نے ان کی تصحیح فرمادی اس لیے تمام نبوی اجتہادات مآل اور نتیجہ کے اعتبار سے وحی ہیں اور اسی طرح قابلِ حجت اور اتباع ہیں جس طرح ابتداء وحی سے ثابت ہونے والے احکام ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

حواشی

۱۔ النحل/۸۹

۲۔ البقرۃ/۸۵

۳۔ گیلانی، مناظر احسن، مقدمہ تدوین فقہ، ص ۷۰، مکتبہ رشیدیہ لاہور، اکتوبر ۱۹۷۶ء

۴۔ شاطبی، ابواسحاق، الموافقات فی اصول الشریعہ، ۳/ ۳۶۷، دارالمعرفۃ بیروت، س۔ن

۵۔ شافعی، محمد بن ادریس، الرسالۃ، ص ۲۱، ۲۲، تحقیق وشرح احمد محمد شاکر، المکتبہ العلمیہ، بیروت، س۔ن

۶۔ جصاص، ابوبکر، احکام القرآن، ۳/ ۱۸۹۔۱۹۰

۷۔ جصاص، ابوبکر، ایضاً

۸۔ (i) جصاص، ابوبکر، الفصول فی الاصول، ۴/ ۱۱، دراسۃ وتحقیق ڈاکٹر عجیل جاسم النشمی وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ کویت، ۱۹۸۵ء

(ii) غزالی، ابوحامد محمد بن محمد، المستصفی فی علم الاصول، ص ۲۸۱، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۹۹۳ء

(iii) ابن حزم، ابومحمد علی، الاندلسی، الاحکام فی اصول الاحکام، ۴/ ۲۱۸، دارالحدیث بجوار ادارہ الازھر، ۱۹۸۴ء

۹۔ جصاص، ابوبکر، الفصول فی الاصول، ۴/ ۲۴۔۹۵

۱۰۔ النشمی، عجیل جاسم، حاشیہ علی الفصول فی الاصول، ۳/ ۲۳۹

۱۱۔ ابن ہشام، ابومحمد، عبدالملک، السیرۃ النبویۃ، ۲/ ۲۳۲، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۵ء

۱۲۔ ایضاً، ۲/ ۲۴۶

۱۳۔ النساء/ ۸۳

۱۴۔ جصاص، ابوبکر، احکام القرآن، ۲/ ۲۱۵

۱۵۔ رازی، محمد بن عمر فخر الدین، مفاتیح الغیب، ۵/ ۱۵۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۰ء

۱۶۔ النساء/ ۸۳

۱۷۔ جصاص، ابوبکر، الفصول فی الاصول، ۳/ ۲۴۰

۱۸۔ الحشر/ ۲

۱۹۔ جصاص، ابوبکر، الفصول فی الاصول، ۳/ ۲۴۰

۲۰۔ شیرازی، ابواسحاق، اللمع فی اصول الفقہ، ص ۱۳۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۸۵ء

۲۱۔ جوینی، عبدالملک بن عبداللہ، البرھان فی اصول الفقہ، تحقیق ڈاکٹر عبدالعظیم محمود، دارالوفاء قطر، ۱۹۹۲ء

۲۲۔ بزدوی، علی بن محمد، فخر الاسلام، کنزالوصول الی معرفۃ الاصول، ص ۲۳۰، میر محمد کتب خانہ، کراچی، س۔ن

۲۳۔ ایضاً

۲۴۔ السرخسی، محمد بن احمد، اصول السرخسی، ۲/ ۹۱، دارالمعارف النعمانیہ، لاہور، ۱۹۸۱ء

۲۵۔ آمدی، علی بن ابوعلی، سیف الدین، الاحکام فی اصول الاحکام، ۴/ ۲۲۲، دارالحدیث خلف الجامع الازھر،

مصر، س۔ن

۲۶۔ نسائی، احمد بن شعیب، السنن، کتاب الحج، باب تشبیہ قضاء الحج بقضاء الدین، ۱۱۸/۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت، س۔ن

۲۷۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، کتاب الصوم، باب القبلۃ بالصائم، ۷۷/۲۔۸۰، دار الفکر بیروت، ۱۹۹۴

۲۸۔ شیرازی، ابواسحاق، اللمع فی اصول الفقہ، ص ۱۳۴

۲۹۔ بخاری، عبدالعزیز بن احمد، کشف الاسرار عن اصول فخر الاسلام البز دوی، ۳۱۰/۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۷ء

۳۰۔ کشف الاسرار، ۳۱۳/۳

۳۱۔ خبازی، عمر بن محمد، المغنی فی اصول الفقہ، ص ۲۶۴، تحقیق ڈاکٹر محمد مظہر بقا، مطابع جامع ام القریٰ، مکہ مکرمہ، ۱۴۰۳ھ

۳۲۔ بخاری، عبدالعزیز بن احمد، اصول بزدوی مع کشف الاسرار، ۳۰۵/۳

۳۳۔ ایضاً

۳۴۔ اصول السرخسی، ۹۰/۲

۳۵۔ نسفی، المنار مع شرح نور الانوار، ۱۶۴/۲۔۱۶۸

۳۶۔ ملاجیون، شرح نور الانوار، ۱۶۴/۲۔۱۶۸

۳۷۔(i) مسلم، ابن حجاج النیشاپوری، الجامع، کتاب الجہاد، باب الامداد بالملائکہ، ۱۵۷/۵، دار الفکر، بیروت لبنان، س۔ن

(ii) ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، الجامع الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب سورۃ الانفال، حدیث ۳۰۹۳ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۵ء

(iii) ابن کثیر، اسماعیل ابوالفداء، تفسیر القرآن العظیم، ۳۲۵/۲، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۲۰۰۰ء

۳۸۔ الانفال: ۶۸

۳۹۔ الطبری، ابن جریر محمد بن جعفر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ۱۸۳/۷، دار الفکر بیروت، ۱۹۹۵ء

۴۰۔ التوبہ/۴۳

۴۱۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع، کتاب التفسیر، باب سورۃ التحریم، ۶۸/۶، مکہ مکرمہ، مکتبہ النھضۃ

الحدیث، ۱۳۷۶ھ

۴۴۔ التحریم/۱

۴۳۔ ابن العربی، ابوبکر، احکام القرآن، ۱/۳۷۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۸۸ء

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے فرمایا:

''انسان کا اپنے رب کے ساتھ تعلق محض قانونی اور عقلی رشتہ نہیں جس کا دائرہ صرف واجبات ادا کرنے، احکام کی تکمیل کرنے، ٹیکس دینے اور اس کے بدلے کچھ حقوق حاصل کرنے تک محدود ہو۔ بلکہ یہ محبت اور پاکیزہ جذبات کا بھی رشتہ ہے۔ یہ ایک ایسا رشتہ ہے جس پر ذوق وشوق اور عشق وقربانی کا اور دلسوزی و بے قراری کا غلبہ ہونا چاہیے اور یہ عنصر اس رشتہ میں اس طرح جاری وساری رہنا چاہیے کہ کوئی عمل اس کے اثر سے خالی نہ رہنے پائے''۔